وقار صدیقی

پروفیسر محمد حسن سے آخری ملاقات

چند ماہ ہوئے دہلی جانے کا اتفاق ہوا اور حسب دستور ڈاکٹر محمد حسن کی مزاج پرسی کے لیے فون کیا تو معلوم ہوا کہ کان کا آپریشن ہوا ہے، میں نے اگلے دن ملاقات کرنے کی خواہش ظاہر کی تو انھوں نے کہا ''آجاؤ۔''

نامور مصنف، نقاد، ڈرامہ نگار اور ممتاز دانشور ڈاکٹر محمد حسن کچھ عرصہ پہلے تک ادبی محفلوں اور جلسوں کو اپنی پر مغز تقریروں سے گرماتے رہے اور ان میں جان ڈالتے رہے، ادبی رسائل اور اخبارات کو اپنی بیش قیمت تحریروں سے مالا مال کرتے رہے، اردو ہندی، انگریزی اور کنڑ زبانوں میں سو سے زیادہ گرانقدر کتابوں کے مصنف، مؤلف اور مرتب تھے، جنھیں پڑھ کر ان کی ذہانت اور معلومات کے خزانوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ اب اس ممتاز طرحدار ادیب کی بینائی تقریباً جواب دے چکی تھی اور وہ لکھنے پڑھنے سے ہی نہیں چلنے پھرنے سے بھی معذور ہو چکے تھے۔ جب میں ان کے مکان (ڈی 7، ماڈل ٹاؤن) پہنچا تو وہ بہت مشکل سے دھیرے دھیرے اپنے کمرے سے ڈرائنگ روم تک چل کر آ سکے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر مجھے دھکّا لگا لیکن یہ دیکھ کر کچھ اطمینان ہوا کہ وہ ذہنی طور پر اب بھی صحت مند ہیں۔ لہٰذا میں نے چند سوالات (جو اس وقت ذہن میں آئے) شروع کر دیے اور ان کے جوابات کو بطور یادگار محفوظ کر لیا۔ میں گوالیار آ کر بیٹی کی شادی اور دوسرے کاموں میں مصروف ہو گیا اور اس گفتگو کو قلم بند کر کے شائع ہونے کے لیے ارسال نہیں کر سکا۔ جن وادی لیکھک سنگھ کے جنرل سیکریٹری، ڈاکٹر چنچل چوہان نے فون پر ان کے انتقال کی خبر دی، سخت افسوس اور ملال ہوا۔ اب یہ یادگار بات چیت قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔

وقار صدیقی: محمد حسن صاحب، یہ بتائیے کہ مراد آباد اور لکھنؤ کے ماحول کا اثر آپ کے ادبی ذوق

اور شخصیت کی تعمیر میں کتنا رہا؟

محمد حسن: ظاہر ہے، بہت رہا۔ مراد آباد میں تو اس وقت جگر صاحب کا دور تھا اور جگر صاحب کی وجہ سے مراد آباد میں شاعری بہت مقبول تھی اور جو پڑھے لکھے لوگ نہیں تھے، انھیں بھی شعر یاد تھے، حد تو یہ ہے کہ تانگے والوں تک کو جگر صاحب کے اشعار ہی نہیں میر اور غالب کے اشعار بھی زبانی یاد تھے۔ شاعری اتنی مقبول تھی کہ جب ہر جمعہ کو نئی فلم بدلی جاتی تھی تو اس فلم کے اشتہارات اردو میں نظم ہوتے تھے اور ایک صاحب جو میرے ہم نام تھے وہ ان فلموں کے اشتہارات نظم کیا کرتے تھے، ان کا ایک شعر مجھے یاد ہے۔

وہ کبڑا جس کا افسانہ الف لیلیٰ کی زینت ہے
میجسٹک سنیما میں اس کی زندہ لاش آئے گی

اس کے علاوہ مراد آباد میں ہر روز کوئی نہ کوئی مشاعرہ یا ادبی محفل شوکت باغ میں ہوا کرتی تھی۔ ادیبوں اور شاعروں کے جلسے ہوا کرتے تھے، انھی میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں غالبًا پبلک سروس کمیشن کے ممبر ایس ایم اے جعفری شریک ہوئے تھے اور اس میں انجمن ترقی اردو مراد آباد کا قیام عمل میں آیا۔ میں نے کچھ تجاویز رکھی تھیں، جن کی بنا پر مجھی کو اس کا سکریٹری منتخب کر لیا گیا۔ اسی زمانے میں ساجد علی خاں راز مراد آبادی جو جگر صاحب کے شاگرد تھے اور مراد آباد سے آل انڈیا ریڈیو کے ملازم ہو کر دہلی چلے گئے تھے، ان کے الوداع کہنے کے لیے جلسہ منعقد ہوا۔ میں نے انجمن کے سکریٹری کی حیثیت سے ان کو الوداع کہا اور اقبال کے شعر سے فائدہ اٹھایا:

بوئے گل لے گئی بیرونِ چمن رازِ چمن
کیا قیامت ہے کہ خود پھول ہیں غمازِ چمن

مراد آباد میں نے بیت بازی مقابلہ کرایا اور اردو کی مقبولیت کے لیے مختلف جلسے کیے۔

مراد آباد سے میں لکھنؤ آ گیا اور بی اے میں داخلہ لیا، لکھنؤ کے قیام کے دوران کمیونسٹ تحریک اور ترقی پسند تحریک سے رابطہ قائم ہوا۔ وہاں پہلی مرتبہ ڈاکٹر رشید جہاں سے ملاقات ہوئی۔ اس وقت تک میں کمیونسٹ تحریک کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ سن 1942 تک یہ تحریک غیر قانونی تھی اور اس کا صدر دفتر گولا گنج کے امام باڑے میں تھا، جو احتشام حسین صاحب کے مکان کے بہت قریب تھا۔ اس طرح میرا رابطہ کمیونسٹ تحریک سے کم اور ترقی پسند تحریک سے زیادہ قائم ہوا۔

و۔ص:۔ مارکسی نظریات اور ترقی پسند تحریک سے وابستہ ہونے سے پہلے، کیا آپ کا تعلق کسی سیاسی تحریک سے تھا۔

م۔ح: مارکسزم کے مطالعے سے پہلے میں کانگریس سوشلسٹ پارٹی سے زیادہ قریب تھا اور جے پرکاش نرائن اور آچاریہ نریندر دیو سے متاثر تھا، بعد میں میرے خیالات میں خاص تبدیلی ہوئی اور میں ''ہندوستان چھوڑو تحریک'' سے متاثر ہوا اور عملی طور پر Quit India Movement میں شریک ہوا اور 9اگست کے مظاہرے میں شریک ہوکر کنگ میڈیکل کالج کے اسپتال پہنچا، مگر مجھے برابر یہ احساس رہا کہ ان تحریکوں میں شامل مسلمانوں کو نہ تو سیاسی پارٹیاں اہمیت دیتی ہیں اور نہ مسلمان، حالانکہ اسی زمانے میں لکھنؤ، یونیورسٹی اسٹوڈینٹس یونین کے سکریٹری سید محمد جعفر اور مشہور شاعر مجاز کے بھائی انصار ہروانی اور علی جواد زیدی جیسے لوگ جیل میں بند تھے اور ان کی قربانیاں معمولی نہیں تھیں۔

و۔ص۔: کچھ لوگ ترقی پسندی کے بعد جدیدیت کا دور شروع ہونے کی بات کرتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ ناقص اور تضاد سے بھری ہوئی بات ہے، کیونکہ ترقی پسند اپنے عہد کے بارے میں سوچتا ہے اور ماضی کی صالح روایات جو دور از کار نہیں ہیں، ان ہی کو لے کر آگے بڑھتا ہے۔ اپنے عہد کے تقاضے اپنی تخلیقات کے ذریعے پورے کرتا ہے، تو یہ ترقی پسندی اور جدیدیت کے درمیان کچھ لوگوں نے حدِ فاصل کھینچنے کی کوشش کی ہے، مجھے یہ بیکار سی لگتی ہے۔ آپ اس پر روشنی ڈالیے؟

م۔ح:۔ وقار صاحب، مجھے آپ کی رائے سے تقریباً اتفاق ہے لیکن فرق یہ ہے کہ ترقی پسند آگے چل کر اپنی اس حیثیت کو بھول گئے کہ وہ محض مخالفت نہیں کر رہے تھے بلکہ ایک واضح نظامِ فکر پیش کر رہے تھے۔ اس کی تفصیل بہت ہے، بعد کو جن وادی لیکھک سنگھ (انجمن جمہوریت پسند مصنفین) نے اس روایت کو قائم رکھا اور ایسی کوشش کی کہ اس کی آزادانہ حیثیت قائم رہے۔ اردو کے جمہوری حقوق کے بارے میں جن وادی لیکھک سنگھ کا رویہ ٹھیک ہے۔

و۔ص۔: آپ ایک نامور ادیب، ڈرامہ نگار، ناقد اور شاعر کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں، آپ اپنی کچھ تصانیف کے بارے میں بتایئے؟

م۔ح۔: تصانیف تو ایک سو سے زیادہ ہیں، کس کس کا ذکر کیا جائے، غالب نے کہا ہے کہ:

نہ بندھے تشنگیٔ ذوق کا مضمون غالب
گرچہ دل کھول کے دریا کو بھی ساحل باندھا

و۔ص۔: مرحوم سجاد ظہیر اور آپ نے اردو میں نثری نظموں کی ضرورت و اہمیت پر زور دیا ہے، بنے بھائی کی نثری نظموں کا مجموعہ 'پگھلا نیلم' کی اشاعت کے بعد آپ کے بھی دو مجموعے شائع

ہو چکے ہیں لیکن اردو کے بیشتر ادیب اور نقاد نثری نظموں کے قائل نہیں ہیں، یہاں تک کہ اسے شاعری بھی نہیں گردانتے ہیں۔اس کا کیا سبب ہے؟

م۔ح۔: سبب یہ ہے کہ ہمارے یہاں پابند شاعری کی روایت بہت گہری ہے اور اس لیے دوسری اقسامِ شاعری پوری طرح رواج نہیں پا سکیں۔

و۔ص۔: اردو میں لوک ادب کی کمی کا احساس شدت سے ہوتا ہے۔اس کمی کو کس طرح پورا کیا جا سکتا ہے۔؟

م۔ح۔: اس کمی کو پورا کرنے کی ایک ہی صورت ہے کہ ہمارے شاعر اور ادیب زیادہ گہرے عوامی رشتے رکھیں اور لوک ادب کو محفوظ کرنے کے لیے اقدامات کریں، جس طرح کی کوشش دیویندر ستیارتھی اور سید مطلبی فرید آبادی نے شروع کی تھی۔

و۔ص۔: آج کے شعر و ادب کے بارے میں آپ کے خیالات اور مشورے۔

م۔ح۔: میں آج کے شعر و ادب سے اکثر و بیشتر حالات میں مطمئن نہیں ہوں اور اس کی تمام تر ذمے داری فقط ادیبوں پر نہیں ہے بلکہ ملک کے حالات پر ہے، جو پچھلے ساٹھ برس سے اردو مخالف ہیں، جہاں تک ممکن ہو سکے ادیبوں کو اپنے ملک کی روایات اور عوام سے رشتے استوار کرنا چاہیں۔

و۔ص۔: آج میڈیا اور ٹیلی ویژن پر اسٹیبلش مینٹ کا قبضہ ہے۔فیملی سیرل تک دیکھنے کے قابل نہیں ہیں۔ ٹیلی ویژن کوئی صحت مند اور Positive رول ادا نہیں کر رہا ہے۔آپ اس بات سے کہاں تک متفق ہیں؟

م۔ح۔: وقار صاحب، میں آپ سے بالکل متفق ہوں، مگر اس پر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے کی ضرورت نہیں ہے۔اس کے لیے عملی طور پر کچھ کرنا چاہیے، یہیں ترقی پسند تحریک اور جن وادی لیکھک سنگھ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

و۔ص۔: اردو زبان و ادب کے مستقبل کے بارے میں آپ کہاں تک مطمئن ہیں؟

م۔ح۔: میرے مطمئن ہونے یا نہ ہونے کا سوال نہیں ہے۔سوال یہ ہے کہ اردو والے کیا فیصلہ لیتے ہیں۔اگر اردو کے ادیب اور شاعر اس چیلنج کو قبول کرتے ہیں تو یقیناً اردو کا مستقبل شاندار ہے۔

و۔ص۔: محترم حسن صاحب، آپ کو زحمت دی، بس ایک آخری سوال اور — کیا ہندوستان میں لسانی اقلیتیں اپنی روایات اور حقوق کی حفاظت کے لیے کوئی اقدام کرنے کے لیے تیار ہیں یا مکمل طور پر حکومت کے رحم و کرم پر منحصر ہیں۔آپ کا کیا خیال ہے؟

م۔ح۔: بنیادی طور پر مسئلے دو ہیں۔ایک یہ ہے کہ حکومتِ وقت اقلیتوں کی تعلیم، ان کی زبان اور ادب کی نشو ونما کی ذمے داری لینے کو تیار ہے یا نہیں۔ دوسرے یہ کہ خود اقلیتیں اپنے طور پر اپنے تعلیمی اداروں کی ذمے داری قبول کرنے کو تیار ہیں یا نہیں۔ دونوں طریقوں پر لسانی اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت ہونی چاہیے۔اس کو تمام تر حکومت پر بھی نہیں چھوڑا جا سکتا۔ اردو کے نظام تعلیم کو یکسر حکومت کے سپرد نہیں کیا جانا چاہیے بلکہ اردو والوں کو اس میں اپنے طور پر فعال اور متحرک ہونا چاہیے اور اپنے اسکول، کالج اور یونیورسٹی تک خود قائم کرنا چاہیے اور اپنا نصابِ تعلیم بھی خود مرتب کرنا چاہیے۔

●

پتہ:
Waqar Siddiqui
Flat No. 103, Garden Homes
Phase III, Alkapuri
Gwalior, (M. P.)
Pin - 474006

’فکرو تحقیق‘ کے قلم کار توجہ فرمائیں

- اپنا مضمون ’ان پیج‘ میں کمپوز کرانے کے بعد دو مرتبہ پروف پڑھ کر ای میل کے ذریعے ان پیج فائل میں ہی اٹیچ کر کے کونسل کو ارسال فرمائیں۔ ادارہ اشاعت کے لیے منتخب کیے گئے مضامین کی کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ کا معاوضہ کونسل کے مقررہ ضوابط کے تحت مضمون کے معاوضے کے ساتھ ادا کرے گا۔
- مضامین کی پروف ریڈنگ کونسل کی شائع کردہ ’املا نامہ‘ کے مطابق کی جانی چاہیے۔
- شعبۂ ادارت کو مضامین کے متن میں مناسب تحذیف و تخفیف کا اختیار رہے گا۔
- ’فکرو تحقیق‘ کے لیے کمپوز کیے گئے مضامین موبائل/فون نمبر اور مکمل پتہ کے ساتھ ’ان پیج‘ فائل میں درج ذیل ای میل ایڈریس: urduduniyancpul@yahoo.co.in